ورثائے عظمت
اُمت مسلمہ کے نوجوانوں کو ان کے عظیم الشان ماضی سے جوڑنے کی ایک کوشش
شبان شریعت
المنارة البيضاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماضی میں مذہب اسلام کامل فتوحات کا تجربہ کرچکا ہے۔دو مختلف مواقع پر بیرونی جارحیتوں سے ٹکرانے کے بعد بھی اس نے اپنی موجودگی کو برقرار اور ثابت رکھا ہے۔پہلی مرتبہ اس وقت جب خلفائے راشدین کے دور میں شام اور مصر کو یونانی تسلط سے آزاد کرلیا گیا جو ان پر ہزاروں سال سے مسلط تھی۔دوسری مرتبہ سلطان صلاح الدین ایوبی(رحمہ اللہ) کے دور میں جب مسلمانوں نے صلیبیوں اور تاتاریوں کو شکست دے کر ان کا زور توڑ ڈالا۔آج اسلام محوخواب ہے مگر عین ممکن ہے کہ عالمی حالات اس جگادیں تاکہ یہ اپنی عظمت کو پھر سے قائم کرسکے۔۔۔ ہم امید کرتے ہیں ایسا نہیں ہوگا۔

آرنلڈ ٹائن بی
فرنگی تاریخ دان

یہاں ادارہ المنارۃ البیضاء برائے نشرواشاعت میں موجود ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ حال کو ماضی سے جوڑا جائے۔پس ہم امید کرتے ہیں کہ ہم اس ویڈیو کے ذریعے سے ہم اپنی سنہری تاریخ سے لے کرحال تک کے کچھ حیرت انگیز کتابیں دیکھ پائیں گے۔ہم نے اس ویڈیو کے ذریعے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ اگرچہ ہماری زوال کو دو صدی کا عرصہ ہونے کو ہے لیکن ہم نے کسی زمانے میں بارہ صدیوں تک اس دنیا کی امامت کی ہے۔

ادارہ المنارۃ البیضاء برائے نشرواشاعت کی پیشکش

"ورثائے عظمت"

متکلم: قبل اس کے کہ خاتم النبیین حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا کی رہنمائی کے لیے مبعوث ہوتے۔دنیا میں دو بڑی طاقتیں اپنا اثرورسوخ رکھتی تھی۔دنیا کی بادشاہت قیصر اور کسریٰ کے درمیان بٹی ہوئی تھی۔جبکہ جزیرۃ العرب ایک دور دراز علاقہ کی حیثیت رکھتا تھا جہاں پر متحارب قبائل بستے تھے،جو بتوں کی عبادت کرتے تھے۔جہاں طاقتور کمزوروں کا استحصال کرتے تھے اور

جہالت وفساد ان میں عام بات تھی۔

شیخ ابو سلیمان المہاجر حفظہ اللہ: انہوں نے اپنے باپ دادا کے طریقے کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ انہوں نے اللہ کے حلال کیے ہوئے کو حلال اور حرام کیے ہوئے کو حرام ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ ان کے دوسری حرکتوں کے علاوہ تھا جن میں شراب، جوا، بے حیائی، قتل، چوریاں، بیٹیوں کو زندہ دفنانا، یتیموں کا مال ہڑپ کرنا، ناحق فتنہ فساد اور قتل وغارت گری شامل ہے۔

شیخ ابو عبد اللہ شامی حفظہ اللہ: یہ سچ ہے کہ قریش بتوں کی پرستش کرتے تھے لیکن حقیقت میں قریش بھی دوسرے کافر معاشروں کی طرح دو گروہوں میں بٹ چکے تھے۔ ایک گروہ آقاؤں اور رہنماؤں کا تھا تو دوسرا ان کے پیروکاروں کا۔ وہ جو بتوں کی پرستش میں لگے ہوئے تھے۔ وہ اصل میں پیروکاروں کا گروہ تھا کیونکہ انکو جس چیز سے دلچسپی تھی وہ سمجھ میں آنے والی چیز ہے۔ جہاں تک ان کے بڑوں اور آقاؤں کی بات ہے تو ان کے لیے بتوں کی پرستش اس وقت تک کارآمد تھی جب تک وہ انکے پیروکاروں کو ان کا وفادار بنائے رکھ سکے۔ درحقیقت ان کو بتوں کی پرستش سے کوئی خاص لگاؤ نہ تھا بلکہ انہیں اگر کسی چیز میں دلچسپی تھی تو وہ اقتدار اور اختیار تھا۔ یعنی اقتدار کس کے پاس تھا؟ طاقت اور کرسی کس کے پاس تھی؟

متکلم المنارہ البیضاء: یہ حال تھا جزیرۃ العرب کا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو توحید کی دعوت دے انہیں جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنیوں میں لے آئے، ان کے زندگیوں کا تحفظ کرے اور ان کے اخلاقی حالت کو سدھارے ۔ اور اللہ رب العزت کی شریعت اسلامیہ کے سائے تلے انہیں تہذیبوں کے اعلیٰ مقام تک پہنچائے اس دعوت توحید نے ایک غیر معمولی نسل کو جنم دیا جن کی کوششوں کی برکت سے اللہ نے لوگوں کے دلوں کو ایمان سے منور کیا اور ان کی زمینوں کو بازیاب کرایا وہ اللہ کی شریعت کے مطابق رہتے تھے، انصاف کو پھیلانا اور ظلم واستبداد کا خاتمہ کرنا ان کا کام تھا۔ یہ ہمارے معزز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی نسل تھی، جنہوں نے تاریخ بنائی اور جو ہماری امت کی بنیادیں رکھنے والے تھے جنہوں نے اس اُمت کی عزت اور شان وشوکت کو قائم کیا

ابو عبد اللہ شامی حفظہ اللہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت نے ایک انوکھی قرآنی نسل کو تیار کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگیوں میں زبردست تبدیلیاں آئیں۔ ایسی ہی ایک مثال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ دیکھو! اسلام سے پہلے

وہ ایک سخت مزاج عربی آدمی کہلاتے تھے۔جب وہ مسلمان ہوئے تو اسلام نے انہیں مکمل تبدیل کر دیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور صحبت نے انہیں کیسے مکمل طور پر تبدیل کر دیا۔اسلام کی وجہ سے وہ اتنا بدل گیا کہ وہ رحم دلی اور ایثار کی مثال بن گیا یہاں تک کہ انہیں خوف محسوس ہونے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نہ صرف وہ مسلمانوں کے حقوق کا خیال نہ رکھنے پر پکڑا جائیں بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں جانوروں کے حقوق کے سلسلے میں بھی پکڑ سکتا ہے۔انہوں نے اپنے ایک مشہور جملے میں کہا تھا کہ "اگر کوئی بھیڑ عراق کی سرزمین پر چلتے ہوئے گر پڑے، تو میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اللہ مجھ سے یہ نہ پوچھ لے کہ میں نے اس کے لیے سڑک کیوں تعمیر نہ کی"۔

متکلم: معزز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے دین کے پھیلانے کے مشن کو اٹھایا، پس خلفائے راشدین کے دور سے ہی فتوحات اسلامیہ کا دور شروع ہوا۔یہی وجہ ہے کہ اسلام کی دعوت پورے جزیرۃ العرب میں پھیل گئی اور وہاں سے نکل کر دابق (شام وعراق) اور مصر تک پہنچ گئی، یہاں تک کہ وہ مغرب میں تیونس، شمال میں آرمینیا، آذربائیجان، مشرق میں عراق، سندھ اور خراسان تک پھیل گئی۔

شیخ ابو سلیمان المہاجر حفظہ اللہ: ان فتوحات کے بارے میں جو مسئلہ مد نظر رہنا چاہئے وہ یہ ہے کہ:

کیسے مسلمان اس قابل ہوئے کہ انہوں نے جن ممالک پر قبضے کیے، وہاں کے لوگوں نے نہ صرف اس نئے دین کو قبول کیا بلکہ اس سے محبت بھی کرنے لگ گئے۔اس طرح وہ اس دین کے لیے لڑے، اس کا دفاع کیا تا کہ اس دین کو ہمسایہ ممالک میں بھی پہنچایا جائے۔

متکلم: خلفائے راشدین کے جاتے ہی امت کے جسم پر آزمائشیں اور فتنے نمودار ہونے شروع ہوئے مگر دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت کی وجہ سے ان پر جلد ہی قابو پا لیا گیا۔خلافت امیہ کے دور میں بھی اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا اور اسلامی سرزمینوں کے درمیان روابط مضبوط ہوئے۔مسلمان مشرق میں چین اور مغرب میں اندلس اور فرانس کے جنوبی علاقوں تک پہنچ گئے اور انہوں نے قسطنطنیہ کی دیواروں کو بھی سر کر لیا۔

جارج صلیبا (جامعہ کولمبیا): ذرا سوچو! اس وسیع سرزمین کے بارے میں، یہ موجودہ انسانی تاریخ میں پائی جانے والی سب سے بڑی سلطنت تھی۔اور اگر آپ اس سلطنت میں قیصر کی پوری بادشاہت کو بھی ڈال دیں تو وہ بھی شاید اس کے تیسرے حصے یا آدھے کے برابر ہو گا۔

شیخ ابو سلیمان المہاجر حفظہ اللہ: خلافت امیہ کے دوران خلفاء خود بھی جہاد میں شریک ہوا کرتے تھے اور وہ اپنے بیٹوں کو بھی لشکروں کی قیادت کرنے کا حکم دیتے تھے، اس کی بہترین مثال ہشام عبدالملک بن مروان ہیں جو صلیبی رومیوں کے خلاف جہاد پر نہ جانے

والے اپنے رشتہ داروں کی تنخواہیں روک دیتے تھے۔اموی خلافت تقریباً ۹۰ سال تک قائم رہی، جس کے دوران مسلمانوں نے عظیم فتوحات حاصل کیں یہاں تک کہ اللہ تعالی کا حکم آیا اور خلافت امیہ کا سورج غروب ہو گیا جو پھر عباسیوں کے حصے میں آیا جنہوں نے اس سفر کو جاری رکھا۔ خلافت عباسیہ کے دوران اسلام کو عزت اور شان شوکت اور نشو نما ملی۔ روایت کیا گیا ہے کہ عموریہ (بازنطینی سلطنت) میں ایک مسلمان خاتون کو قید کیا گیا تھا، اس نے چیخ کر عباسی خلیفہ معتصم کو پکارا: 'اے معتصم!' ایک رومی فوجی نے طنزاً اس کو جواب دیا کہ: "ہاں معتصم تیرے لیے ابلق گھوڑے پر بیٹھ کر آئے گا"۔ یہ بات جب کسی طرح معتصم تک پہنچ گئی تو اس نے فوراً ۸۰۰۰۰ ابلق گھوڑوں پر مشتمل فوج تیار کی اور خلیفہ معتصم اپنی اس مشہور مہم پر روانہ ہو گئے جس کے بارے میں شاعر ابو تمام کہتا ہے:

□□□□□ □□□□ □□□□ □□□ □□□□□ □□ □□□□□ ** □ □□□ □□□ □□ □□□ □□ □□□□□□

تلوار خوشخبری دینے میں تحریر سے کہیں زیادہ موثر ہے

کہ اس کے کونوں پر سنجیدگی اور لاپرواہی کی سرحد ہے

متکلم: پھر بغداد مشرق کا دار الخلافہ بن گیا اور تمام اطراف سے آنے والے طالب علموں کے لیے ایک مرکز بن گیا۔اسی دوران قرطبہ یورپ کا دار الخلافہ اور مغرب میں بہترین تہذیب کا نمونہ بن گیا۔

شیخ ابو عبد اللہ شامی حفظہ اللہ: اگر صحیح طور پر جائزہ لیا جائے تو خلافت امیہ کو فتوحات کا دور سمجھا جا سکتا ہے۔ جبکہ خلافت عباسیہ تہذیب و تمدن کے ارتقاء کا بہترین دور کہلائے گا، جہاں مذہبی اور سائنسی دونوں اعتبار سے زبردست ترقی ہوئی؛ مثال کے طور پر دینی سطح پر انہوں نے شریعت کی تعلیم میں کافی ترقی کی، خاص کر مذاہب اربعہ وغیرہ اور پھر دوسری دنیاوی علوم جیسا کہ طب اور انجینئرنگ وغیرہ میں بھی کافی بہتری اور ترقی ہوئی۔ پس آپ کہہ سکتے ہیں کہ عباسی دور سائنسی، فکری اور تمدنی ترقی کا دور تھا۔

متکلم: پھر عباسی خلافت کا بھی زوال شروع ہو گیا اور وہ اپنے بعض مفتوحہ علاقوں کا نظام برقرار نہ رکھ سکا جس کی وجہ سے اس کے بعض امارات علیحدہ ہو گئے۔ مگر اس کے باوجود کبھی بھی خلافت نے صلیبیوں کے خلاف اپنے جہاد کو ترک نہ کیا جو شام کے بعض علاقوں میں داخل ہو چکے تھے۔ سلطان عماد الدین زنگی رحمہ اللہ اٹھے اور اللہ کی راہ میں صلیبیوں سے اس طرح قتال کیا جیسا کہ قتال کرنے کا حق ہے۔ان کے بعد ان کے بیٹے سلطان نور الدین زنگی رحمہ اللہ نے بھی سفر کو جاری رکھا اور شام میں صلیبیوں کے خلاف جہاد کو منظم کیا

شیخ ابو سلیمان المہاجر حفظہ اللہ: سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ بھی زنگیوں اور ایوبیوں کے نقش قدم پر چلے اور مصر و شام کو ایک جھنڈے کے تحت جمع کر لیا۔ اسی وجہ سے ۵۸۳ ہجری بمطابق ۱۱۸۷ء کو بیت المقدس صلیبی قبضے سے آزاد ہوا۔ فیصلہ کن جنگ حطین کے میدان میں ہوئی جو کہ چالیس سالہ جہاد کا نتیجہ تھا۔

متکلم: مختلف علاقوں میں چنگاریاں پیدا ہوتی رہیں جیسے کہ مصر میں مظفر قطز اور ظاہر بیبرس جو ہلاکو خان کی قیادت میں متحد تاتاریوں کے خلاف اٹھے، جنہوں نے کرہ ارض پر اسلامی طاقت کو تقریباً ختم کر دیا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو فریضہ جہاد کی ادائیگی اور دین کے دفاع کے لیے پکارا۔ پس اللہ نے معرکہ عین جالوت کے موقع پر انہیں تاتاریوں کے مقابلے میں فتح سے نوازا۔ مجاہد و مرابط یوسف بن تاشفین رحمہ اللہ مغرب اسلامی کی سرزمین پر پیدا ہوئے، پس اللہ نے انکی ذریعے سے بلاد مغرب اور اندلس کو متحد کیا۔ پس اس طرح اس نے مغرب میں مسلمانوں کی عسکری طاقت اور شوکت کو برقرار رکھا۔ بعد اس کے کہ طوائف الملوکی کے دور میں وہ علاقے تقسیم ہو چکے تھے اور کچھ صلیبیوں کے قبضے میں جا چکے تھے۔ دسویں صدی ہجری میں اللہ نے امت مسلمہ کو پھر ایک جھنڈے تلے جمع ہونے کا موقع دیا۔ اس مرتبہ یہ کام عثمانیوں نے سرانجام دیا۔ عثمانیوں نے اسلامی ساحلوں پر حملہ آور صلیبیوں کو ذلیل کرنے کے بعد مسلمانوں کو عثمانی خلیفہ سلیم اوّل کی قیادت میں متحد کیا۔ بعد میں انہوں نے بازنطینی سلطنت کو شکست دے دی اور ان کے دارالخلافہ قسطنطنیہ کو بھی فتح کر دیا۔ پس مسلمانوں کی عسکری قوت ایک مرتبہ پھر سے منظم ہو گئی۔ عثمانیوں کے دور میں مسلمانوں نے طاقت حاصل کی اور پھیلنے لگے کیونکہ ان کی سرزمینوں سے صلیبی نجاست کا صفایا ہو چکا تھا۔ اور وہ اس قابل ہوئے کہ وہ یورپ میں داخل ہو سکیں یہاں تک کہ مسلمانوں نے ویانا کا محاصرہ کر لیا۔

یوجین روغان (جامعہ آکسفورڈ): سولویں اور سترہویں صدی میں مسلمان سلطان کچھ اس طریقے سے کھڑا ہوا جیسے کہ وہ اس دنیا میں سب سے طاقتور آدمی ہے۔ عثمانی ایک ایسی فوج تشکیل دینے میں کامیاب ہو چکے تھے جو یورپ کو خوفزدہ کر سکے۔ اس دوران آپ سلیمان کی بات کر سکتے ہیں جب یورپ عثمانی خلافت سے کافی دہشت زدہ تھا۔

شیخ ابو عبداللہ شامی حفظہ اللہ: خلافت عثمانیہ کے دوران آپ مسلمانوں کو ایک زبردست شان و شوکت کے ساتھ رہتے ہوئے پائیں گے۔ اس وقت بحیرہ روم کو عثمانی (اسلامی) جھیل کہا جاتا تھا اور اسی دور میں بحیرہ احمر کو بلاد الحرمین سے نزدیک ہونے کی بناء پر مقدس جھیل کہا جاتا تھا اور صلیبیوں کے بحری جہازوں کو اس کے قریب جانے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ اندازہ لگائیے کہ مسلمانوں کی شان و شوکت اس وقت کس حد کو پہنچی ہو گی جب سلطان سلیمان نے اپنے خط کی شروعات قرآن مجید کی ایک آیت سے کرتے۔

"یقیناً یہ سلیمان کی طرف سے ہے اور یہ شروع ہوتا ہے اللہ کے نام کے ساتھ، جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے"۔

اس شوکت کی اہمیت کو دکھانے کے لیے جس سے مسلمان اس وقت لطف اندوز ہو رہے تھے یہ جاننا کافی ہے کہ عثمانی خلافت میں بلقان کی سات ریاستیں اسلامی خلافت کے تحت تھیں۔

متکلم: اپنے دور میں جو کہ انیسویں صدی تک قائم رہی عثمانیوں کو ان کے دین سے شدید لگاؤ کی وجہ سے جانا جاتا تھا۔ اس دوران مسلمان اپنا سر اٹھا کر چلتے تھے اور خلافت کا حصہ ہونے پر فخر کیا کرتے تھے۔

رابرٹ هلینبر انڈ (جامعہ ایڈنبرا): اگر آپ کسی بھی یوروپین سے پوچھیں کہ مسلمان کون ہیں؟ وہ کہیں گے کہ ترک، عثمانی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے ہم خوفزدہ تھے۔

متکلم: لیکن ترکوں کی عربی زبان سے دوری، صوفیت (کی غیر شرعی صورتوں) سے لگاؤ اور ظلم وزیادتی نے ان کی خلافت کو صراط مستقیم سے آہستہ آہستہ دور کیا اور انہی اندرونی محرکات نے انہیں اندرونی طور پر ختم کر دیا۔

شیخ ابو فراس سوری حفظہ اللہ: تباہی کے اپنے راستے ہیں، جو بھی ان پر چلے گا ضرور تباہ ہو گا۔ اسی طرح اقتدار کو قائم رکھنے کے بھی اپنے راستے ہیں جو ان پر چلے گا اس کا اقتدار قائم رہے گا۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "بے شک اللہ انصاف پسند لوگوں کو اقتدار دیتے ہیں چاہے وہ کفار ہی کیوں نہ ہوں اور وہ کسی ظالم کو ہرگز اختیار نہیں دیتے چاہے وہ مسلمان ہی ہو"۔ یہ اس لیے کہ یہ قانون ہے اور قانون اللہ کا بنایا ہوتا ہے۔ پس عثمانیوں نے تباہی کے راستے کو اختیار کیا، ظلم وزیادتی بڑھ گئی جیسا کہ جانثاری فوج اور ظالمانہ ٹیکسز وغیرہ۔

متکلم: اس طرح کی مختلف وجوہات نے خلافت کے کمزور ہونے میں اہم کردار ادا کیا اور دوسری طرف کچھ نئی طاقتیں ابھریں؛ جیسا کہ برطانیہ، فرانس اور روس۔ ان سب ممالک کا ہدف خلافت عثمانیہ کو کچل دینا تھا تا کہ وہ اس کی زمین آپس میں بانٹ لیں اور ہماری مستقبل کے نسلوں کے ذہن سے اسلامی تعلیمات نکال پھینک دیں۔

جارج صلیبا (جامعہ کولمبیا): اسلامی اور عرب علاقوں نے ابھی تک اپنی تاریخ کو نہیں پہنچانا ہے کیونکہ ان کی تاریخ کو نوآبادیاتی دور میں قصداً دھندلا دیا گیا ہے۔ اب جب وہ اسے دوبارہ سے تلاش کر رہے ہیں تو ان کو یہ پورا نہیں مل رہا بلکہ مختلف ٹکڑوں میں۔

متکلم: مغربی صلیبیوں نے اسلامی تہذیب وتمدن کی طاقت اور اتحاد کا اچھی طرح سے تجربہ کیا ہوا تھا، جس نے انہیں صلیبی جنگوں

کے بعد مسلمانوں کی طاقت کا راز جاننے کے لیے ایک منظم منصوبہ بنانے پر ابھارا۔ امریکی محقق ڈیوڈ فرومکن نے اپنے مطالعے "پورے امن کو ختم کرنے والا امن" میں لکھا ہے جو بیسویں صدی کی شروعات میں خلافت کو سمجھنے کے لیے برطانوی سیاستدانوں کی کچھ کوششوں کو واضح کرتے ہیں:

"دنیاوی اور روحانی طاقتوں کے مابین جو خلاء قرون وسطیٰ کے دوران یورپ میں پوپ اور بادشاہوں کے درمیان پیدا ہوئی تھی، اسطرح اسلامی دنیا میں نہیں ہوا۔ کچنر اور دوسرے لوگوں کی یہ سوچ سراسر غلط ہے کہ خلیفہ صرف ایک مذہبی رہنما ہوتا ہے۔ اسلام میں پوری نظام زندگی یہاں تک کہ حکومت اور سیاست بھی آسمانی قانون (شریعت) کے تحت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت مسلمانوں کی نظروں میں عثمانی خلیفہ اور مکہ کا امیر خلافت کے وسیع مذہبی فریضے کو سرانجام دے رہے ہیں۔ قاہرہ میں برطانیوں نے یہ نہیں دیکھا کہ خلیفہ ایک بادشاہ اور گورنر بھی ہوتا ہے اور وہ بیک وقت حالت جنگ اور عبادت دونوں میں امام ہوتا ہے۔"

صلیبی جنگوں کے بعد مغرب یہ بات اچھی طرح جان چکی تھی کہ مسلمانوں کو عسکری طور پر کبھی بھی زیر نہیں کیا جا سکتا۔ پس فرانس اور برطانیہ نے خلافت عثمانیہ کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے پھرتی دکھائی جبکہ روس نے اسے عسکری طور پر زخمی کرنے کی کوشش کی۔

شیخ ابو فراس سوری حفظہ اللہ: فرانس اور برطانیہ نے خلافت عثمانیہ کو کچلنے کے لیے لمبے عرصے سے کوششیں کر رہے تھے لیکن وہ کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھے۔ ان دونوں کے پاس خلافت عثمانیہ کو ختم کرنے کے منصوبے تھے۔ فرانس کے منصوبے میں ایک عرب آدمی کا تصور تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہو، جس کی وجہ سے دوسرے عرب عثمانی خلافت کے خلاف اس کے گرد جمع ہو جائیں لیکن فرانس اس کٹھ پتلی عرب رہنما کا اصل مالک ہوگا۔ برطانیہ کو اس منصوبے کا علم تھا پس انہوں نے یہ منصوبہ فرانس سے چرا لیا اور انہوں نے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے 'شریف حسین' کو چن لیا۔ انہوں نے اسے خلافت کے خلاف ورغلا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ تاکہ ایک عرب خلافت قائم ہو اور شریف حسین اس کا خلیفہ بنایا جائے گا۔ انہوں نے خفیہ طور پر اس سے وعدہ کیا کہ وہ شام و عراق کے ایشیائی حصوں کا امیر ہوگا۔

دیفید فرومکین (لکھاری): سائیکس پیکو معاہدہ درحقیقت فرانس اور برطانیہ کے درمیان طے شدہ معاملہ تھا کہ جنگ کے بعد کس طرح مشرق وسطیٰ کو ان کے اپنے مفادات کے لیے تقسیم کیا جائے؟ سائکس کا خیال تھا کہ یہ معاہدہ انتہائی ضروری ہے کیونکہ یہ بات اسے قاہرہ میں عرب بیورو میں موجود اس کے دوستوں نے بتائی تھی کہ یہ انتہائی اہم ہے کہ برطانیہ یہ جانے کہ وہ شریف حسین کو کیا کچھ

دے سکتا ہے لیکن اس سے پہلے انہیں یہ طے کرنا ہوگا کہ وہ فرانسیسیوں کو کیا دیں گے ؟

شیخ ابو فراس سوری حفظہ اللہ: اس معاہدے کے مطابق موجودہ شام فرانس کو دیا جائے گا جیسا کہ ۱۹۱۷ء کے باالفور معاہدے میں ہے ! مک کوہان نے شریف حسین کو سمجھایا کہ ضروری ہے کہ غریب اور مظلوم 'یہودی 'فلسطین واپس آجائیں اور فلسطین ان کا وطن ہو جائے شریف حسین اس سب پر راضی ہو گیا یعنی وہ اس بات پر راضی ہو گیا کہ یہودی فلسطین میں اپنا ملک بنالیں اور (موجودہ) شام اور لبنان فرانس کو دے دیے جائیں جبکہ اس کے بیٹے عبداللہ کو اردن کا بادشاہ بنایا جائے گا۔

متکلم: نئ صلیبی جنگ کا خاتمہ ۱۹۱۷ء میں فلسطین پر برطانوی قبضے سے ہوا۔ یہ قبضہ صلیبی جنرل ایلن بی کی قیادت میں ہوا جس نے بیت المقدس میں داخل ہونے کے بعد کہا: "کہ اب صلیبی جنگ ختم ہوئی۔۔"

شیخ ابو عبداللہ شامی حفظہ اللہ: عالمی کفری قوتوں نے تفصیلی سازشوں اور منصوبوں کی ایک لمبی کڑی بنائی جن کا آغاز خلافت عثمانیہ کے خاتمے سے ہوا جس کی وجہ سے اس کا خاتمہ ہوا۔اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ کہیں خلافت دوبارہ قائم نہ ہو جائے، انہوں نے اسلامی قوموں کو دو بڑے زنجیروں میں باندھ دیا؛ پہلا وہ معاہدہ تھا جس نے اسلامی دنیا کو تقسیم کر دیا، خصوصاً سائکس پیکو معاہدہ، جس نے اسلامی دنیا کے قلب کو تقسیم کر دیا یعنی کہ جزیرۃ العرب، جبکہ دوسرا معاہدہ باالفور جب عالمی کفری طاقتوں نے یہودی سے وعدہ کیا کہ انہیں فلسطین میں ایک ملک فراہم کیا جائے گا۔

شیخ عبداللہ عزام رحمہ اللہ: اسلامی خلافت کا تختہ الٹنے سے تین صدیاں قبل وہ لوگ منصوبے بنا رہے تھے اور اس پر عمل کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ ۱۹۰۹ء میں انہیں خلیفہ سلطان عبدالحمید سے نجات مل گئی اور اس کے بعد ۳ مارچ ۱۹۲۴ء کو خلافت سے بھی نجات مل گئی۔اور باالآخر انہوں نے اپنا پیچھا چھڑا لیا اس ڈراؤنے خواب سے جو دنوں اور راتوں کو سوتے اور جاگتے ہوئے ہر حالت میں انہیں دہشت زدہ کرتا تھا۔ جب بھی وہ خلافت کا خیال اپنے دل میں لاتے تھے ان کی آنکھوں کی نیند حرام ہو جاتی تھی اور تمام دنیا اس بات پر راضی ہو گئی کہ خلافت کو دنیا میں دوبارہ واپس نہ آنے دیا جائے گا۔

متکلم: پس وہ آخری خلافت بھی ٹوٹ گئی جس نے مسلمانوں کو متحد رکھا تھا اور ہر خارجی کفری سازشوں سے ان کی حفاظت کرتی تھی، مگر اس کے باوجود امت مسلمہ میں جہاد کا جذبہ ختم نہ ہوا۔ پس اسلامی سرزمینوں میں حملہ آور دشمنوں کے خلاف مزاحمت اور عظمتوں کی تلاش پھر سے شروع ہوئی جس نے کفر کو کافی سبق سکھایا اور ایک نئی تاریخ رقم کر دی۔ مغرب اسلامی میں امیر محمد بن عبدالکریم الخطابی نمودار ہوئے جنہوں نے ۱۹۲۱ء کو پانچ متحدہ یورپی ملکوں کی فوجوں کو شکست دے دی۔ جس میں دشمن کے

۱۰۰ اجنرلز سمیت ۱۰۰۰۰ اسپاہی گرفتار ہوئے۔ جدید چھاپہ مار جنگ میں ان کے نام نے ایک امتیازی حیثیت حاصل کرلی۔ لیبیا میں صحرا کا شیر عمر مختار رحمہ اللہ پیدا ہوا جس نے اللہ کی راہ میں اٹلی کے خلاف جہاد کا علم بلند کیا اور بیس سال تک انہیں ناکوں چنے چبوائے یہاں تک کہ وہ ایک معرکے میں زخمی حالت میں گرفتار ہوئے۔ دشمن نے انہیں سزائے موت سنادی۔ ان کے آخری الفاظ یہ تھے:

"ہم ہرگز ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔۔ ہم یا تو فاتح ہوں گے یا پھر شہید"

قوقاز کی سرزمین پر امام شامل رحمہ اللہ کے بیٹے اٹھے اور روسیوں کے خلاف جہاد کا علم اٹھایا، اس کے بعد ۱۹۳۴ء میں کمیونسٹوں کے خلاف انہوں نے قتال کیا۔ اس وقت اس مبارک جہاد کو ۳ صدیاں ہو چکی تھی

سرزمین شام کے علاقے جبلاہ سے عزالدین القسام نمودار ہوئے وہ شام کے ساحلوں پر فرانسیسیوں اور ان کے حلیف علویوں کے ساتھ شدت سے لڑے۔ ان کا جہاد شام میں برطانیوں اور یہودیوں کی آمد تک جاری رہا یہاں تک کہ ۱۹۳۵ء میں وہ جنین کے قریب ایک معرکے میں شہید ہوئے جس نے ۱۹۳۶ء کے فلسطینی حریت کی تحریک میں اہم کردار ادا کیا۔ کئی اسلامی سرزمینوں میں حملہ آوروں کے خلاف تحریکیں اٹھیں جنھوں نے ان کو اپنا طریقہ کار تبدیل کرنے پر مجبور کردیا، براہ راست عسکری قبضے سے بالواسطہ سیاسی قبضے کی طرف، بعد اس کے کہ اس منصوبے کے لیے راہ ہموار ہو چکی تھی۔

شیخ ابو مصعب سوری فک اللہ اسرہ اپنی کتاب "دعوت برائے عالمی اسلامی مزاحمت" میں لکھتے ہیں:

"جہاں تک اس مرحلے کا تعلق ہے۔۔۔ یورپی غاصبوں نے مسلمانوں کے خلاف اپنے نظریاتی جنگ کے سازشوں کو جاری رکھا تاکہ وہ ان پر غالب رہ سکیں۔ غاصبوں نے اپنی نگرانی میں اسلامی ممالک کے اندر ایک اعلیٰ سطح کے سیاسی جتھے کا بندوبست کیا، اور انہیں اپنے نمائندوں کے طور پر تیار کیا تاکہ وہ اپنے مقاصد کو حاصل کرسکیں بغیر اس کے انہیں کسی بھی مزاحمت کا براہ راست سامنا کرنا پڑے۔ کیونکہ یہ قومی قیادت ملک کے لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کرے گی کہ وہ آزاد ہیں، پس اسی قسم کی آزادیوں کے اعلانات ہمارے ملکوں میں کیے گئے تو مغرب کی قانون کی جامعات میں پڑھنے والے ہمارے بیٹوں نے مغربی قانون ہی کی بنیادوں پر نئے آئین اور قوانین وضابطے بنالیے۔ یہ سارے قوانین جو کہ برطانوی اور فرانسیسی قوانین پر مبنی تھے جن پر ہمارے اسلامی ملکوں کی قیادتوں اور سیاسی ڈھانچے کا پورا دارومدار تھا۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے حکم اور دین کی حفاظت کرنی ہے اور اسلامی ملکوں میں حق پر ڈٹے ہوئے ایک جماعت کو رکھنا ہے جو دین کے لیے قتال کرے جنہیں ان کا ساتھ چھوڑنے والے اور مخالف کرنے والے کچھ ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ خلافت کے خاتمے کے پہلے دن سے ہی مختلف مکاتب فکر کے درمیان اسلامی بیداری اور دوبارہ عروج کے بیج بوئے گئے

تھے۔اسی لیے یہ سارے ایک ہی مقصد کے لیے کوشش کر رہے ہیں جو کہ اس امت کا اپنے دین، شریعت اور اللہ کے قانون کی طرف واپس آنا ہے۔"

متکلم: انہی مبارک کوششوں میں سے ایک سید قطب رحمہ اللہ تھے جس نے انسان کے بنائے ہوئے قوانین کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور اپنے تحاریر کے ذریعے انہوں نے اسلامی شرعی قانون سازی کے لیے آواز بلند کی اور دین کے لیے اپنی قربانیوں وثابت قدمی سے ایک عظیم مثال قائم کی یہاں تک کہ انہیں سزائے موت سنا کر ۱۹۶۶ء کو پھانسی دی گئی۔یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے مصری نظام حکومت کے ساتھ ساز باز کر کے اپنے الفاظ تبدیل کرنے سے انکار کر دیا تھا اور ان کو جواب دیا کہ :

"شہادت کی یہ انگلی جو نماز کے دوران اللہ کی وحدت کا اعلان کرتی ہے، یہ کبھی بھی طاغوت کو تسلیم کرنے کے لیے ایک لفظ بھی نہ لکھے گی"

سرزمین شام میں بھی شیخ مروان حدید نے اسی راہ پر سفر جاری رکھا۔اُن کو معلوم ہو چکا تھا کہ 'شامی بعث پارٹی' جیسی آفت کا سامنا جہاد کے بغیر کسی اور طریقے سے ہر گز نہیں کیا جا سکتا۔پس انہوں نے "لڑنے والی جماعت" کی بنیاد رکھی اور اپنا جہاد شروع کیا۔جس کو ۱۹۶۵ء میں بعث پارٹی کے ٹینکوں نے کچل دیا، انہوں نے ۱۹۷۰ء میں دوبارہ کوشش کی لیکن گرفتار ہو کر ۱۹۷۵ء کو پھانسی پر چڑھا ئے گئے۔اللہ ان پر رحم فرمائے۔پھر اس کے بعد عرب دنیا پر قابض حکومتوں کے خلاف ایک طویل جہادی بیداری نے انگڑائی لی جو ۱۹۸۲ء کو حماۃ (شام) میں ختم ہوئی۔جس نے علویوں (نصیریوں) کے دل میں موجود کینہ و بغض کو آشکارا کر دیا۔

شیخ ابو فراس سوری حفظہ اللہ: دابق میں جہاد کا فلسفہ لوگوں کے ذہنوں سے نکل چکا تھا۔کسی نے کبھی بھی لفظ جہاد نہ سنا تھا، حالانکہ دابق کا علاقہ حجاز و فلسطین سے قربت کی وجہ سے اسلامی دنیا میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔دابق میں ایک مستقل جہادی مرکز کا ہونا ایک انتہائی اہم امر تھا۔سو لوگ جہاد کے بارے میں سوچتے تھے یہاں تک کہ "انقلاب میں انقلاب" کتاب کے فرانسیسی مصنف ریجس ڈبرے نے بھی انقلاب کے تسلسل کے لیے ایک مستقل مرکز کے بارے میں بات کی ہے۔ظاہر ہے وہ ہمارے لیے کوئی رول ماڈل یا آئیڈیل نہیں ہے اور نہ ہی کاسترو، گویرا یا کوئی اور لیکن یہ ایک حقیقت ہے۔ایک ایسی حقیقت جو ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں بتائی ہے جو کہ مسلم شریف میں ہے :

"کہ میری اُمت کی ایک جماعت حق کی خاطر لڑتی رہے گی جنہیں ان کے مخالفین کی مخالفت کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گی۔"

اس کا مطلب ہے کہ اس امت میں ایک جماعت ہو گی جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے لڑتی رہے گی۔پس اسلامی دنیا میں ایک جہادی

جماعت باقی رہے گی، ایک جہادی مرکز باقی رہے گا اور لوگ یہ سنتے رہیں گے کہ ہاں جہاد ہو رہا ہے اِدھر مصر میں، الجزائر میں، کشمیر میں اور ہندوستان میں اور اُدھر افغانستان میں! جہاد کا نظریہ عملی طور نافذ ہوتے ہوئے اور اس پر عمل ہوتے ہوئے آپ کو براہ راست نظر آئے گا۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہو گی کہ ہم تاریخ کی کتابوں میں پڑھا کریں گے کہ ہاں کسی زمانے میں ہمارے آباء واجداد جہاد کے لیے جایا کرتے تھے۔ نہیں! یہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے!

متکلم: پوری اسلامی دنیا میں جہادی تحریکات ابھریں جنہوں نے ان طاغوتی نظاموں کو طاقت کے ذریعے سے تبدیل کرنا چاہا۔ مگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہو پائیں کیونکہ ان کا تصادم کسی ایک نظام حکومت سے نہیں بلکہ ان مقامی طاغوتی نظاموں کے پشتی بان ایک عالمی کفری نظام سے تھا۔ شروع میں ایسی کوششیں گرفتاریوں اور قید پر جا کر ختم ہوئیں۔ یہاں تک کہ روسیوں کے خلاف 'جہاد افغانستان' شروع ہو گیا۔ جس میں مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے جہاد کی پکار پر لبیک کہا، پس سرزمین افغانستان نے دنیا بھر کے مجاہدین کو ایک جگہ جمع ہو جانے کا موقع فراہم کیا۔ جہاد افغانستان کم و بیش دس سال تک جاری رہا جس میں مقامی اور مہاجر مجاہدین نے استقامت و شجاعت کی ایک نئی تاریخ رقم کی، یہاں تک کہ وہ اس قابل ہوئے کہ اس زمانے کی ایک بڑی طاقت کو تباہ کر سکیں۔ مجاہدین نے اپنی مبارک ضربوں سے سویت یونین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بیسویں صدی میں امت مسلمہ نے پہلی مرتبہ فتح کا ذائقہ محسوس کیا۔

شیخ ابو فراس سوری حفظہ اللہ: اصل میں سویت یونین کے خلاف مجاہدین کی کامیابیوں کے کافی اثرات سامنے آئے۔ اس زمانے میں روس کو دنیا کی دوسری بڑی طاقت کہا جاتا تھا جبکہ بعض اسے پہلی بڑی طاقت کہا کرتے تھے۔ روسی فخر سے کہا کرتے تھے کہ ان کے پاس ایسے ایٹمی ہتھیار ہیں جن سے وہ امریکہ کو ۲۸۰ مرتبہ تباہ کر سکتے ہیں، جبکہ ہم (یعنی روسی) تو اسے صرف ایک ہی مرتبہ ختم کرنا چاہتے ہیں۔ خالص نیتوں کے حامل مخلص مجاہدین بھائیوں نے اس دیو ہیکل طاقت کا خاتمہ کر دیا۔ اس فتح نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے اندر امید کی نئی کرن پیدا کر دی۔ اگر مسلمان اپنے عقیدے سے جڑا رہے اور جہاد کرتا رہے تو وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔

متکلم: سویت یونین کے خاتمے کے بعد دنیا میں طاقت کا توازن ایک دوسری طرف مڑ گیا۔ دنیا میں امریکہ کے برابر کوئی طاقت نہ رہی جس کے بعد امریکہ نے خود کو دنیا کا حکمران تصور کر لیا۔ پوری دنیا کے ذرائع ابلاغ کو اپنے دسترس میں کر لیا اور خود کو ایک امن پسند اور خوشحال پسند ملک کے طور پر متعارف کروانے کی کوشش کی۔ اور اس طرح اسلام کے خلاف اپنے صلیبی عزائم اور دشمنی چھپانے کی کوشش کی، جبکہ حقیقت میں امریکہ فلسطین میں یہودی ریاست کے استحکام میں لگا ہوا ہے۔ بلاد الحرمین میں اس کے فوجی

داخل ہو چکے ہیں اور مسلمانوں کے وسائل اور ان کی دولت وہ دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہا ہے۔ اس سنگین حقیقت کے پیچھے، اس امت کے صادق بیٹے یہ بات جان گئے کہ اسلامی سرزمینوں کی یہ موجودہ حالت تباہ کن ہے اور وہ اس حالت کو بدلنے کے لیے حرکت میں آئے۔

شیخ ابو مصعب سوری فک اللہ اسرہ: آج اسلامی بیداری کی مختلف تحریکیں اس مسئلے کا حل ڈھونڈ رہی ہیں؛ تبلیغی، سلفی، اخوانی، حزب التحریر، التکفیر والہجرۃ وغیرہ اس مسئلے کو اپنے طریقے کے مطابق حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ وہ اس مسئلے کا حل ڈھونڈ رہا ہے۔ تو اب حل کیا ہے؟ ہم بحران کا شکار ہیں، ہم بیداری کے بحران یا مجاہدین کے بحران کا شکار نہیں ہیں بلکہ پوری امت ایک بحران کا شکار ہے۔ تو حل کیا ہے اس بحران کا؟ مثال کے طور پر تبلیغی حضرات، مسئلے کو انفرادی اصلاح کے ذریعے سے حل کرنا چاہتے ہیں، اگر ایک ایک فرد کی اصلاح ہو گی تو معاشرہ کی اصلاح خود بخود ہو جائے گی۔ صالح معاشرہ پھر صالح حکومت کو جنم دے گا۔ پس یہی بات ہے! انفرادی اصلاح کے ذریعے مسلمانوں کو اللہ کی طرف بلانا۔ صوفیوں کا کہنا ہے کہ مسئلے کا حل لوگوں کو جمع کرنا اور انہیں روحانی عبادت کے ذریعے سے ٹھیک کرنا ہے۔ یوں جب ان کے اعمال نیک ہوں گے تو پھر وہ نیک کام کریں گے اور نیک ہو جائیں گے۔ ہمارے سلفی بھائیوں کا کہنا ہے کہ نہیں، بغیر صحیح عقیدے کے سب کچھ بیکار ہے۔ اس لیے لوگوں کے عقائد ٹھیک کرنے سے ہمارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ سلفی دعوت چلانا، خالص توحید کی دعوت دینے سے معاشرہ خود بخود ہمارے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے لگے گا۔

کیونکہ یہ اللہ کی اِس سنت کے مطابق ہوا کہ وہ کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو عطا کی ہو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنے طرزِ عمل کو نہیں بدل دیتی۔ اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (الانفال ۵۳)

اگر وہ خود کو تبدیل کرنا چاہیں گے تو حالات بھی تبدیل ہوں گے، پس سلفیوں نے کہا کہ یہ اس طرح سے ہو گا۔ التکفیر والہجرۃ نے کہا کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کی تکفیر کر دی جائے اور ان سے مکمل برأت کیا جائے اور پھر ایک ایک چھوٹی سرزمین متقیوں کے لیے تیار کی جائے اور مسلہ حل ہو گیا۔ اخوان المسلمون نے کہا کہ مسئلہ اقتدار کا ہے لیکن اقتدار ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے اور اقتدار حاصل کرنے کے لیے جہاد کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے لیکن اگر ہم جہاد کی کوشش کریں گے تو وہ ہمیں قید یا قتل کر دیں گے۔ اس لیے ہم سیاست کا راستہ اختیار کریں گے، پس ہم سیاسی جماعت بنائیں گے اور الیکشن میں حصہ لے کر مسلئے کو حل کریں گے۔ حزب التحریر والے سمجھتے ہیں کہ ہمیں کسی سیاسی اور عسکری طاقت رکھنے والے کو ڈھونڈنا ہو گا۔ ہم ان سے مدد طلب کریں گے

وہ ہمیں تحفظ دیں گے اور ہم ان کی جانب ہجرت کریں گے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عسکری اور سیاسی طاقت رکھنے والوں کی طرف ہجرت کی۔

مسئلہ یہ ہے کہ متعین کردہ حل اور طریقے لاتعداد ہیں، سب ایک علیحدہ حل کی جانب بلاتے ہیں اور بحران کا حل تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ فکر شروع کرنے سے پہلے، گمراہ اور بدعقیدہ لوگوں کا تصور کیے بغیر میں نے ان تمام کا مثبت جائزہ لیا ہے اور انکو انکی کوششوں اور ارادوں میں مخلص تصور کرتا ہوں۔ ان سب کی بڑی تعداد ایک بحران کو دیکھتی ہے اس بحران سے نکلنے کے لیے ان کے اذہان اور نظریات ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ حل ہے ان سب کے نقطہ نظر سے اور اسی طرح ہر ایک کی اپنی اپنی سوچ ہے۔

جبکہ ہم (یعنی مجاہدین) یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا حل یہ ہتھیار ہیں۔ ہمارا مسئلہ ہتھیاروں کے بغیر حل ہونے والا نہیں ہے اور نہ ہی اس قسم کے بحران کو ہتھیاروں کے بغیر حل کیا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ باطل حکومتوں سے متعلق معاملہ ہے۔ بیرونی صلیبیوں کی موجودگی میں مقامی مرتدین کے ساتھ ایک معرکہ ہے؛ مطلب نیٹو، مطلب (صلیبی و طاغوتی) افواج، بحری بیڑوں کی موجودگی، یہودی یعنی اسرائیل کی دفاع یہود افواج،، مطلب موساد، مطلب تباہ کن چیزیں۔ یہ سارے مسائل کسی روحانی اصلاح یا تعلیم وغیرہ سے حل نہیں ہو سکتے۔

متکلم: جہاں تک ان کا معاملہ ہے جو ہتھیار اٹھانے کے راستے کا انتخاب کر چکے ہیں، ان سب کو چاہئے کہ محاذوں پر ثابت قدم رہیں۔ جہاں وہ امت کے عزت کا دفاع کر رہے ہیں ان دشمنوں سے جو اکٹھے ہو کر اسلام کو دوبارہ اٹھنے سے روکنے کے لیے آئے ہیں۔ ان جہادی جماعتوں میں سے ایک جماعت قاعدۃ الجہاد (القاعدہ) ہے، جس نے مسئلے کے حل کو عالمی کفر کے سر امریکہ کو قرار دیا اور ایک ایسی فوج تیار کی جو ان کفار کی سرکشی کا سامنا کرے تاکہ وہ مسلمانوں کے خلاف اقدامات سے باز آجائیں۔ جن کو وہ اپنے لیے تر نوالہ سمجھتے ہیں اور کسی بھی نتیجے کی پرواہ کیے بغیر ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ: مسلمانوں کے خلاف تمام جارحانہ اقدامات، خصوصاً ہمارے مقدس مقامات کی طرف جن میں سر فہرست قبلہ اوّل ہے۔ ان کی یہ جارحانہ اقدامات امریکہ اور اسرائیل کی قیادت میں صیہونی و صلیبی افواج کر رہی ہیں۔ یہاں تک وہ بلاد الحرمین پر قبضہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ پس ہم اسلام کے نام لیواؤں سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اپنی سرزمینوں کی بازیابی کے لیے اٹھ کھڑی ہو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے تاکہ اللہ کا دین نافذ ہو جائے اور اللہ کا کلمہ سربلند ہو جائے۔

متکلم: شیخ اسامہ رحمہ اللہ کے مغربی عوام کو خطوط جاری رہے جن میں انہیں اسرائیل کی پشت پناہی بند کرنے کا کہا گیا۔ شیخ نے انہیں کئی مرتبہ مسلمانوں کے وسائل لوٹنے سے منع کیا اور انہیں جزیرۃ العرب سے نکل جانے کا کہا، مگر امریکیوں نے تکبر کیا اور اس

پر ڈٹے رہے۔ پس انہیں اسی انداز میں جواب دینا ضروری قرار پایا تاکہ مغرب یہ جان لے کہ مسلمان کبھی بھی اپنے خلاف ہونے والے جرائم پر خاموش نہیں رہ سکتے اور وہ ظلم اور استبداد کے خلاف ضرور بالضرور مزاحمت کریں گے۔

صدر بش (مردود): "یا تو تم ہمارے ساتھ ہو یا پھر دہشت گردوں (مجاہدین) کے ساتھ"

متکلم: ١١ ستمبر کے بعد امریکی انتظامیہ نے اپنا اصل رنگ دنیا کو دکھایا اور ان کی نام نہاد آزادی کے دعوے کی حقیقت بھی واضح ہو گئی۔ انسانی حقوق اور جمہوریت کا ڈھنڈورا، جو وہ اکثر لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے پیٹتے رہتے ہیں۔ پس صلیبی جنگیں واپس وہاں آ گئیں جہاں انہیں آنا چاہیئے تھا۔ سالوں تک کفار اسلامی ممالک میں مزاحمت سے نبٹنے کے لیے اپنے مقامی آلہ کاروں پر انحصار کرتے رہے۔ اس نسل نے اپنے نام نہاد رہنماؤں اور امریکہ کی حقیقت کو پہچان لیا۔ مقامی ظالم رہنماؤں اور حکومتوں کی وجہ سے ان (مسلمان عوام) کے معاشرتی اور ذاتی حالات خراب ہوتے گئے۔ پس کشیدگی بڑھنے لگی جو ایک بڑی بیداری کا سبب بن گیا اور جس نے ظالموں کے تخت ہلا ڈالے۔ تیونس، مصر، لیبیا، یمن میں طاغوت کے تاج اچھالے گئے جبکہ سرزمین شام میں یہ انقلاب اب بھی جاری ہے۔ مسلمان قوم کو ایک مرتبہ پھر سے نئی زندگی مل گئی اور اصلاح کرنے والے مبلغوں نے اس کو اور نکھار دیا۔

شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ: "پس دنیا میں برپا ہونے تمام آزاد انقلابیو! اپنے موقف پر ثابت قدم رہیں اور مذاکرات سے ہوشیار رہیں۔ حق اور باطل کے درمیان کوئی تیسرا راستہ نہیں ہوتا۔ یقیناً کوئی تیسرا راستہ نہیں ہوتا! یاد رکھیں کہ اللہ نے آپ پر ان دنوں میں اپنی رحمتیں نازل فرمائی ہیں جن کے بعد بہت کچھ اچھا ہونے والا ہے۔ آپ ہی آج کے شہسوار اور رہنما ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں سلطنت ہے۔ اس امت نے تمہیں اسی مبارک دن کے لیے رکھا تھا۔ سفر کو جاری رکھیں اور سختیوں سے نہ گھبرائیں۔

□□□ □□□ □ □□□ ** □□□ □□ □□□ □□

□□□ □□□ □□□ □□□ ** □□□□□□□□□ □□ □□ □□□□

منزل کی طرف سفر شروع ہو چکا ہے

بہادروں نے عزم کے ساتھ پیش قدمی شروع کر دی ہے

اور جب بہادر پیش قدمی شروع کرتے ہیں

نہ پھر وہ رکتے ہیں اور نہ انہیں تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے"

جاری ہے۔۔۔۔

ہم سب شریعت پر فداء ہوں

ادارہ المنارۃ البیضاء برائے نشر و اشاعت ۱۴۳۶ھ

مجاہدین اور عامۃ المسلمین کو مجدد جہاد شیخ عبداللہ عزام رحمہ اللہ، شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ اور امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے افکار سے روشناس کرانے اور جہادی فکر کو غلو، تکفیر ناحق اور مرجئہ و خوارج کے نظریات سے بچاتے ہوئے شریعت مطہرہ کی عطا کی گئی راست فکری پر قائم رکھنے کی ایک کوشش کا نام "شبان شریعت" ہے۔

ادارہ شبان شریعت